

session numbers
81819
Date.....20-11-21

سید محمد آزاد

محمد صغیر حسن معصومی

شہر ڈھاکہ اور مضافات ڈھاکہ عہد قدیم سے ہمیشہ اپنے ہونہار فرزندانوں کے مولد ہونے کی حیثیت سے شہرت کے مالک رہے ہیں۔ اس کی قدیم تاریخ سین اور پالی خاندانوں کے حکمرانوں سے بھی قدیم تر ہے۔ پٹھانوں کے ابتدائی دور میں اس کی شہرت مانند پڑ گئی اور سناہ گانوں کا عروج رہا، عہد جہانگیری میں جب موسیٰ خان اور عیسیٰ خان کا مغلوں کے ہاتھوں خاتمہ ہوا تو ڈھاکہ نئے حکمرانوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ شہر عہد مغلیہ میں اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ بن گیا۔ عالمگیری دور میں نواب شایستہ خان کے زمانے میں یہ شہر منتہائے عروج پر تھا۔ دور دور کے علمی خانوادے اور ارباب تجارت اور اہل صنعت و حرفت یہاں آکر آباد ہوئے۔ اور مرزین بنگالہ سے یہ نووارد ایسے مسحور ہوئے کہ پھر یہاں سے مراجعت کا خیال بھی دل میں نہ لائے۔ برطانوی حکومت کے زمانے میں بھی یہ شہر حکومت کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ اور انیسویں صدی نیز بیسویں صدی میں ملکتہ کے بعد صوبہ بنگال کا دوسرا پایہ تخت سمجھا گیا اور اپنی تہذیب و شایستگی کے لئے صوبے کے دوسرے سارے شہروں پر فوقیت کا حامل رہا۔ پٹھانوں، مغلوں کے علاوہ بہت سے ایرانی خاندان یہاں آکر آباد ہوئے۔ اور آج بھی شیرازی ہاؤس کے افراد اور ان کے محلوں کے آثار جا بجا پُرانے شہر میں موجود ہیں۔

سید محمد آزاد اور ان کے بڑے بھائی سید محمود آزاد بھی ایک شیرازی خاندان کے چشم و چراغ تھے، جن کی شہرت اردو نظم و نثر میں ایک عرصہ تک رہی اور تاریخ ادب

اُردو میں ان کی کارگزاریاں ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ ان کے جدِ اعلیٰ میر اشرف علی اشعار ہیں
 صدی کے آواخر میں شیراز سے ہندوستان آئے۔ اور دیکھتے دیکھتے شہر ڈھاکہ کے
 نامی گرامی شرفاد میں انہوں نے اپنا مقام بنایا۔ تاریخِ نصرت جتگی کے بیان کے
 مطابق تین لاکھ بیگمہ الاضحیٰ کے مالک تھے، جن کی ماہوار آمدنی اس زمانے میں
 بیس ہزار روپے تھی۔ میر اشرف علی کا انتقال تقریباً ۱۸۲۹ء میں ہوا۔ اور موجودہ
 ڈھاکہ یونیورسٹی سائنس بلڈنگ کے احاطے میں مدفون ہوئے۔ یونیورسٹی کے سابق
 وائس چانسلر ڈاکٹر آر۔ سی۔ جوہرمدار نے مزید حفاظت کے لئے احاطہ قبر کے گرد تاروں کا
 جال بنوا دیا۔

میر اشرف علی کے دوڑکے تھے سید علی مہدی عرف بڑے خان اور سید مہدی علی
 عرف چھوٹے خان، چونکہ ان دونوں نے برما کی لڑائی میں حکومتِ برطانیہ کی امداد ایک
 بہت بڑی رقم سے کی تھی اس لئے دونوں "خان بہادر" کے خطاب سے نوازے گئے۔
 ضلعِ چترہ کے مراد نگر تھانہ میں ان کا حالی شان محل تھا اور وہاں ان کی بڑی جائیداد تھی۔
 قضاکار مہدی علی خان دریا میں ڈوب کر فوت ہو گئے۔ اور ان کے بعد ان کے بڑے بھائی
 سید علی مہدی کے لڑکے سید اسد الدین حیدر تنہا جائیداد کے وارث ٹھہرے۔ حکومت
 کے حکام ادا نہ کرنے کی وجہ سے ان کے عہد میں ساری خاندانی جائیداد عام بیلاہم
 میں فروخت کر دی گئی۔

سید اسد الدین کا انتقال ۱۸۷۰ء میں ہوا، ہیبت نگر، کشور گنج، بمیں سنگھ کے
 دیوان لقب رکھنے والے خاندان سے ازدواجی تعلقات رکھتے تھے۔

سید احمد عرف بڑے سید، محمود عرف منجھلے سید اور سید محمد عرف ننھے سید، بیٹوں
 انہیں سید اسد الدین حیدر کے چشم و چراغ تھے اور ڈھاکہ کے نامی گرامی شرفاد میں شمار
 ہوتے تھے۔ ان میں سید احمد کا انتقال سب سے پہلے ہوا۔

سید محمود اردو اور فارسی شاعری میں بڑی شہرت کو پہنچے ان کا تخلص آزاد
 تھا۔ ان کا دیوان کہا جاتا ہے کہ زبردِ طبع سے آراستہ ہوا۔ البتہ راقم کو اس کے دیکھنے

کا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔ جن دنوں بنگال کے مایہ ناز مشہور شاعر عبدالغفور خان نساخ جن کے نام غالب کے خطوط اردوئے معنی میں محفوظ ہیں، ڈھاکہ میں ڈپٹی کلکٹر تھے تو شرد سن کی نشستیں ہوتی تھیں۔ نساخ کی تقریظ سید محمود آزاد کی لکھی ہوئی فارسی زبان میں ہمارے آگے ہے اور ان کی مثنوی نیز تاریخی مواد سے ان کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ سید محمود بے اولاد تھے۔ وفات ڈھاکہ میں ۱۹۰۷ء میں ہوئی۔

نفسی سید سید محمد آزاد اردو شرنکاری کے ساتھ ساتھ طنز و مزاح، شوخی و ظرافت میں ایک خاص رعبے کے مالک تھے۔ ان کی ادبی زندگی کے کارنامے ۱۸۷۷ء سے شروع ہوتے ہیں اور ان کے مضامین اگر اخبار، مشیر قیصر، اودھ بنگ وغیرہ اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ ان کا ناول نواب دربار ۱۸۷۷ء میں شائع ہوا، جس میں مذاق کے پہلو میں پرانے رنگ کے فاقہ مست نوابوں کا خاکہ اڑایا گیا ہے۔ یہ ناول عوام میں بہت مقبول ہوا۔ "نور کلب" ان کی دوسری کتاب ہے، ان کے مزاحیہ مقالات کا مجموعہ پرونیس عبدالغفور خان شہباز نے خیالات آزاد کے نام سے شائع کیا تھا۔ آپ کی کتاب موسوم بہ نئی لغت ظریفانہ رنگ کی مقفی نہایت دلچسپ کتاب ہے۔

نواب سید محمد آزاد نے ابتدائی تعلیم آغا احمد علی اصفہانی سے حاصل کی تھی۔ آغا احمد علی وہی شخص ہیں جن سے مرزا غالب سے "برہان قاطع" کے بارے میں محرکے رہے ہیں۔ انگریزی پرائیویٹ پرنسری اور اس زبان میں ان کو بڑی مہارت حاصل تھی۔ اول اول سب رجسٹری سے ملازمت کا آغاز کیا۔ اور اسی لائن میں ترقی کرتے کرتے انسپٹر جنرل رجسٹریشن کے معزز عہدہ تک پہنچے۔ ایک مدت تک پٹنہ ہاؤس اور مظفر پور میں ڈپٹی مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز رہے۔ یہاں زمانہ ہو گا جب کہ ان کے تعلقات پرونیس عبدالغفور خان شہباز سے ہوئے ہوں گے۔

پرونیس شہباز اردو نظم و نثر پر بڑی اچھی قدرت رکھتے تھے۔ اور نقیر اکبر آبادی کے متخصیصین میں تھے۔ خیالات آزاد کا مقدمہ اور سوانح محمد آزاد کا مقدمہ آپ نے لکھا۔ غلطی سے بعض موزوں ادب اردو نے خیالات آزاد کو مشہور ادیب مولوی محمد حسین آزاد

صاحب آپ حیات کی طرف منسوب کیا ہے جو سراسر غلط ہے۔

سید محمد آزاد کی نواسی بیگم شایستہ اکرام اللہ کے بیان کے مطابق نواب سید محمد آزاد کلکتہ میں مقیم تھے تو بنگال کے سرسید نواب بہادر عبداللطیف سی آئی اے کی قند دان نگاہوں نے ان کو اپنا لیا، چنانچہ ان کی پہلی بیوی کے فوت ہو جانے پر نواب صاحب کی صاحبزادی سے دوسری شادی ہوئی اور پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں گھر کی زینت بنیں۔ بڑے صاحب زادے سید علی اشرف ڈپٹی مجسٹریٹ کی حیثیت سے بڑی شہرت کے مالک ہوئے۔ سید علی اشرف کی پوتی مرحوم فضل الرحمن سابق وزیر تعلیم حکومت پاکستان سے بیاہی تھیں۔ دوسرے لڑکے سید علی مہدی سپرنٹنڈنٹ محکمہ ڈاک کے عہدے پر فائز ہوئے۔ تیسرے لڑکے سید علی حسن کے صاحب زادے سید اختر حسن ریٹائرڈ انکم ٹیکس آفیسر مغربی بنگال میں ہیں، چوتھے لڑکے سید علی احمد اسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس سے ریٹائر ہو کر ڈھاکہ میں مقیم ہوئے، جہاں ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔ پانچویں لڑکے سید حسن مشہور سیاسی لیڈر آتش بیان مقرر تھے۔ ان کا انتقال قاہرہ میں ہوا، یہ ہندوستان کے مصر میں ادیبین سفیر مقرر ہوئے تھے اور مشہور قومی روزنامہ "انڈینینٹ" کے ایڈیٹر تھے۔

صاحبزادیوں میں ایک شیر بنگال مرحوم ابو القاسم فضل الحق سے بیاہی تھیں، جن کا انتقال شوہر کے عین حیات ہو گیا تھا اور دوسری صاحبزادی سر حسان سہروردی سابق وائس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی سے بیاہی تھیں جن کی صاحبزادی لیڈی شایستہ اکرام اللہ ہیں جو پاکستان کی مشاہیر خواتین میں سے ہیں۔ اور جو المغرب مراکش میں پاکستانی سفیر رہ چکی ہیں۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء میں جن دنوں آپ نے سفارت کا چارج لیا تھا ان دنوں صمن اتفاق سے یہ حقیر، نادر عربی مخطوطات کی تلاش میں رباط پہنچا ہوا تھا اور وہیں ان سے ملاقات کا موقع ملا۔ بیگم صاحبہ کو اپنے ملک قوم اور خصوصاً زبان اردو سے جس قدر والہانہ شغف ہے اس کا تصور بہت اعجازہ ایک دو ملاقاتوں کے موقع پر اثناء گفتگو میں ہوا۔ ان کے دادا مولانا عبد اللہ

العبیدی سہروردی بڑے جلیل القدر، میدنی پور کے رئیس تھے اور محمدیم ڈھاکہ مدرسہ کے پرنسپل تھے۔ مولانا کا فارسی دیوان ان کی فارسی زبان پر بے پناہ قدرت کا شاہد ہے۔

نواب سید محمد آزاد کو بھی فارسی سے شغف تھا اور اول اول ایک فارسی اخبار ”دور بین“ میں فارسی زبان میں مضامین لکھتے تھے۔ آپ کی علمی اور انتظامی خدمات کی بنا پر حکومت برطانیہ کی طرف سے ”ایبیریل سروس آرڈر“ (آئی۔ ایس۔ او) کا اعزاز ملیا۔ آپ کو خطا ہوا۔ آپ نے جھگال کونسل میں دو دفعہ کرسی ممبری کو زینت بخشی۔ آپ انگلستان بھی گئے۔ وہاں سے جو خطوط آپ نے اپنے خاص طرز نگارش میں بھیجے ہیں وہ نہایت دلچسپ ہیں۔

۱۹۱۲ء میں آپ سرکاری ملازمت سے کنارہ کش ہوئے اور کلکتہ میں اقامت پذیر ہوئے۔ آپ کی نواسی بیگم شایستہ اکرام اللہ نے ان کی خدمات پرستی اور گھر کے ماحول اور تہذیب و ثقافت کی عکاسی اپنی خود نوشت سوانح عمری ”پردہ سے پارلیمنٹ تک“ (FROM PARDAH TO PARLIAMENT) میں اپنے مخصوص انداز میں کی ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز تک سرخان سہروردی جیسے روشن خیال ماہر تعلیم کے علمی خاندانے میں قدیم اسلامی تہذیب کی اچھی خاصی جھلک جیسا کہ کتاب مذکور سے ظاہر ہے موجود تھی۔ بزرگوں کا رعب و داب، چوٹوں سے محبت اور ان کی تربیت کا سجدہ خیال، سب باتوں کی تفصیل اس کتاب میں مذکور ہے آج جب کہ آنادری کا دور ہے ان باتوں کی قدر کہاں؟

انسوس ہے کہ اس وقت سید محمد آزاد کے طرز نگارش کا کوئی نمونہ پیش کرنے سے واقف عاجز ہے کہ باوجود تلاش اور ہنچ کا انتخاب یا خیالات آزاد کا کوئی نسخہ بسہرت دستیاب نہ ہو سکا، بسچہ میں یہ دونوں کتابیں مطالعہ میں رہ چکی ہیں اور اس لئے ان کی نشر نگاری پر مختصر سا تبصرہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی تحریر میں زبان مادری کے چھارے کے علاوہ طنز و مزاح کا بڑا عنصر تھا جو پڑھنے والوں کو دعوت

حکمر کے ساتھ ان کے لئے فرحت و انبساط کے سامان بھی بہم پہنچاتا تھا اور یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اپنی تحریروں میں ہمیشہ تجدید پسندی پر بڑی کڑی نکتہ چینی کرتے تھے۔ جہاں تک ان کے لندن کے خطوط کا عنوان یاد آتا ہے ”نئی روشنی کا نامہ و پیام“ تجدید پسندوں کی دلچسپی کا مرکز تھا۔ اسی طرح ”نئی روشنی کی دشمنی“ کا سلسلہ بھی پسندیدگی کے ساتھ پڑھا جاتا تھا۔

انتخاب اودھ پنچ میں سید محمد آزاد کی تصویر بھی موجود ہے۔ جس سے رُسیا نہ رعبد و اب ظاہر ہے۔

یہ کہنا حقیقت سے بعید نہیں کہ بنگال و بہار میں مسلمانوں میں اسلامی تعلیم کی مدح پھونکنے اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی آبیاری میں نواب سید محمد آزاد اپنے بزرگ نواب عبداللطیف کی مساعی میں بڑی حد تک شریک رہے۔
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

